درمیان ہوا اور اگر یہی تو کم از کم اسمبلی کا اجلاس تو طلب کرنا چاہیے ہی تھا۔ کیونکہ ایک گورنمنٹ کی تشکیل کے لیے اقلیت اور اکثریت کا فیصلہ محض کاغذ پر دستخطوں سے نہیں بلکہ ایوان یا اسمبلی کے فرش پر ہوتا ہے لیکن گورنر نے نہ یہ کیا اور نہ وہ اور ریاست کی ایک جمہوری اور عوامی گورنمنٹ کو بیک جنبش قلم برطرف کر کے دوسری گورنمنٹ قائم کر دی، اس حکومت کے قیام کا اعلان ہوتے ہی جمہوریت کا دم گھٹ گیا، انصاف نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اور دنیا نے نہایت حیرت اور تعجب سے دیکھا۔ (۱) عوام نے اس نئی حکومت کا استقبال خوشی جلوسوں کے بجائے ہڑتالوں، سخت مخالفانہ مظاہروں اور دن اور رات کے کرفیو سے کیا اور (۲) ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ وہ یاران دوازدہ جنھوں نے فاروق کا تختہ الٹ دیا تھا سب کے سب وزارت کی کرسیوں پر براجمان ہو گئے۔ ہائے ع زشت روی سے تیری آئینہ ہے رسوا تیرا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسز اندرا گاندھی نے یہ سب کچھ آئندہ الکشن کے پیش نظر ہندو اکثریت کا ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے کیا ہے، لیکن ہمارے نزدیک ایسا خیال کرنا نہ اندرا جی کے ساتھ انصاف ہے اور نہ ہندو اکثریت کے ساتھ، کیونکہ اگر ہندو اکثریت اس ذہنیت کی ہوتی تو ملک میں ہندو مہا سبھا کا راج کبھی کا قائم ہو گیا ہوتا، اسی طرح مسز گاندھی کی گھٹی میں سیکولرزم پڑا ہوا ہے، وہ اسی فضا میں پیدا ہوئیں اور پلی اور بڑھی ہیں اس لیے ان کی ذات پر فرقہ پرستی کا الزام عاید نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسز گاندھی کی حکومت کے دو دور ہیں، ایک ایمرجنسی سے پہلے کا اور دوسرا ایمرجنسی سے بعد کا، پہلا دور نہایت شاندار اور کامیاب تھا، اس دور میں کتنے اہم قومی اور بین الاقوامی مسائل و معاملات پیش آئے اور مسز گاندھی خوش اسلوبی سے ان کو حل کرنے میں کامیاب رہیں، لیکن اس کے بالمقابل دوسرے یعنی موجودہ دور حکومت کو شاندار اور کامیاب نہیں کہا جا سکتا، اس دور میں جو اہم معاملات و مسائل پیش آئے ان میں کوئی ایک مسئلہ بھی حل نہیں ہوا بلکہ جتنی جتنی کوششیں